© rasailojaraid.com

رہی ہیں۔"

"آپریشن ناکام رہا ـــــ فلائیٹ لیفٹیننٹ چل بسے۔"

"یہاں آکر ناول ختم ہوتا ہے۔ یہ ممکن نہ تھا کہ پوری کہانی کا خلاصہ' واقعات کے الٹ پھیر' حیرتناک حوادث' مصنف کے خوبصورت جملوں اور وسعتِ معلومات کو بیان کیا جا سکے۔"

مختصر یہ کہ یہ ایک اہم کتاب ہے۔ (ن - ص)

اذان اور دوسرے افسانے: چوہدری غلام جیلانی مرحوم۔ ناشر: عبدالحفیظ' البدر پبلی کیشنز۔ ۲۳ راحت مارکیٹ اردو بازار لاہور۔ سفید کاغذ' طباعت کمپیوٹرزی' صفحات ۱۹۹۔ سرورق رنگین اور دبیز' قیمت ۴۵ روپے۔

میں جب مدیرِ چراغِ راہ تھا ـــ نئے خطوط پر کام کرنے والا پہلا ادبی رسالہ ـــ تو لکھنے والے کم تھے' کچھ تیاری کے مرحلے تھے' کچھ کو چراغ راہ اکسا رہا تھا' اور چند اصحاب پہلے سے صاحب مقام تھے (چاہے شہرت نہ رکھتے ہوں)۔ انہی میں سے چوہدری غلام جیلانی تھے۔ یکایک یہ نمودار ہوئے اور مدیرِ چراغِ راہ کا ہاتھ بٹانے کے لیے افسانے مہیا کرنے لگے۔ کچھ افسانوں کے ذریعے' کچھ دوستوں کے ذریعے اور کچھ خود جیلانی صاحب کے ذریعے جانا کہ ان کا مطالعہ بڑا وسیع ہے۔ خصوصیت سے وہ فرانسیسی ادب میں بہت دلچسپی رکھتے تھے۔ لہذا جو کچھ لکھ کر وہ بھیجتے' دیکھ کر جی خوش ہو جاتا۔

یہ مجموعہ ان کے پندرہ افسانوں کا مجموعہ ہے۔ کوئی بھی چیز کچی اور پھسپھسی نوعیت کی نہیں۔ "اذان" چھوٹی سی کہانی ہے' وہ کیا ہی شاندار سبق دیتی ہے۔ ترقی پسندوں نے جب اپنے جھکڑ چلا رکھے تھے' جیلانی کا "اذان" لکھنا گویا اذان کہنا ہی تھا۔ کہانیوں میں مذہبی الفاظ یا عنوانات کا آنا رجعت پسندی کی دلیل قرار دے کر ہر لکھنے والے پر وہ لوگ ایک ٹھپہ لگا دیتے تھے۔ ہم بہت سے ساتھیوں کے ناموں پر انہوں نے رجعت پسندی کے ٹھپے لگا رکھے تھے۔ خدا کے بندوں کی متعصبانہ ذہنیت میں اتنی ذرا سی دراڑ بھی نہ تھی کہ وہ کسی اچھے ادبی افسانے یا پرکشش شاعری کے متعلق یہی کہہ دیتے کہ فنی لحاظ سے خوب' مگر ہمارے فلسفہ کے لحاظ سے مسترد۔ افسوس ہے کہ ایسے تھڑدلے لوگ ہمارے ہاں بڑے انسان سمجھے جاتے ہیں۔ "تحریک" کا ماحصل واقعی یہی ہے کہ "تم عورت کو نہیں سمجھتے۔" "آدھی موت" بڑا اچھوتا خیال ہے اور ایک مبتلائے مصیبت کو ماں کی ماتا بچا لیتی ہے جو دو ڈھلکتے آنسوؤں میں جلوہ گر ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

"موت کب آتی ہے" کا تجزیہ خاصا تفصیل طلب ہے۔ مگر میں مختصراً یہ کہوں گا کہ جیلانی نے یہاں بھی موت' موت کا قانون اور موت کا فرشتہ پیش کرکے اور گناہوں کی گٹھڑی اور آخرت کا تصور دلا کر نظریۂ اسلامی کی جو خدمت کی ہے وہ تو ہے ہی قابل قدر۔ اس بیان سے فن کہیں زخمی نہیں ہوا۔ لیکن اس نے واقعاتی تجزیہ کاری میں اس سماج کے مروج احوال اور غیرتوں اور عزتوں اور انتقام کے مسائل کو ہمارے سامنے واضح کیا ہے۔ اور موت کا قانون یہ بتا دیا ہے کہ:

انسان کو زندگی اس وقت تک عطا ہوتی ہے جب تک کہ وہ اپنے لیے اور نوعِ انسانی کے لیے مفید ثابت ہو۔ جب اس کی افادیت ختم ہو جائے۔ اسی وقت اس کی موت آجاتی ہے۔

قرآن نے یہی بات کہی کہ وَاَمَّا مَا یَنفَعُ النَّاسَ فَیَمکُثُ فِی الاَرضِ۔

"درونِ سینہ و بیرون وے" کا کردار علوم و فنون کی دلچسپیوں میں یکے بعد دیگرے کھو جاتا' مگر پھر بے اطمینانی اسے کسی اور طرف لے جاتی ہے۔ اور آخر وہ مناکحت کی منزل پر پہنچ کر پکار اٹھتا ہے کہ "ہر چیز اپنے جوڑے کے بغیر نامکمل ہے۔" پھر "چور" کا قصہ ہے جو اللہ ھو کی پناہ گاہ میں جا کر پہنچتا ہے' اور ہمیشہ کے لیے اس کا راستہ درست ہو جاتا ہے۔

"احوبہ" کے تو کیا کہنے۔ مختصر قدیم روایت کے مطابق منجم دو نئے چمکتے ستاروں کے قرب کو دیکھ کر بار بار توجہ کرتا ہے۔ احوبہ جو ایک یہودی رقاصہ کی بیٹی تھی' پوچھتی ہے' کچھ مجھ کو بھی بتا۔ منجم نے کہا: "یہ دو ستارے مل کر ایک شعلہ پیدا کرنے والے ہیں جو جہانِ قدیم و فرسودہ کو خاکستر کرکے ایک نئے جہان کو روشن کرے گا" --- "بیت المقدس کا نور فاران کی جانب ڈھلک رہا ہے۔"

اسکی پوری تشریح کو جاننے کے بعد خاص علامات معلوم کرکے احوبہ مکے کے باہر ایک شاندار قیام گاہ شامیانوں اور خیموں اور قالینوں اور تکیوں' نیز خوشبوؤں اور بہترین مشروبات سے آراستہ کرکے بیٹھ گئی۔ منصوبہ یہ تھا کہ حضرت عبداللہ اور حضرت آمنہ کے ازدواجی ربط کے درمیان ایک خاص مقررہ رات کو وہ حائل ہو جائے۔ یعنی سردارِ مکہ عبداللہ کو ورغلا بہکا کر ایک شب اپنے ہاں روک رکھے۔ مگر تقدیر کا جو منشا تھا وہ پورا ہوا اور احوبہ ناکام ہو کر غائب ہو گئی۔ اس افسانے میں روایتی حالات قدیمہ کی بھو بگی' الفاظ اور جملے بہت خوبصورت ہیں۔ یہ ایک طویل افسانہ ہے اور بہت پرلطف۔ اسے تاریخی کہا جا سکتا ہے۔ مگر یہ عرفی معنوں میں اپنا رنگ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تاریخی کہانیوں جیسا نہیں رکھتا۔

"دیواروں کے پیچھے" نامی افسانہ جب پہلے پہل سامنے آیا تھا' اس وقت سے اب تک اس کا تاثر باقی ہے۔ ایک تو یہ حقیقت کہ ہمارے ہاں کی گھریلو معاشرت کی بہت اچھی تصویر ہے۔ فضا ہساتی ہے۔ لڑکی سسرال جا کر جن دقتوں سے دوچار ہوتی ہے وہ بھی بیان ہوتی ہیں اور سلیمہ نے ان حالات میں جن قربانیوں اور دانشمندیوں کے ذریعے کامیابی کا راستہ بنایا' وہ بہت ضروری سبق ہے جو ہر لڑکی کو پڑھنا چاہیے۔

"۱۹۴۷ء میں میرے گاؤں کے چند مناظر" وہی تصویر پیش کرتے ہیں جو عمومی طور پر حالات کی تھی۔ اور آخر میں سخت مراحل سے گزرنے کے بعد بستر مرض پر سلیمہ یہ جملہ اپنے شوہر سے کہتی ہے "کہ خدا کو مانے بغیر ہمارا کوئی بھی عمل صحیح نہیں ہو سکتا۔" فضل کریم بھی خاصا مشہور ہوا تھا۔

المختصر جیلانی بی اے نے ثابت کر دکھایا کہ خدا پرستی کا نقطہ نظر یا اسلامی اقدار کو ساتھ لے کر بلکہ ان کو بنیاد بنا کر بھی ایسے افسانے لکھے جا سکتے ہیں جو فنی لحاظ سے درجہ اول کے ہوں' یا کچھ درجہ دوم کے۔ ان کے ہاں درجہ سوم نہیں پایا جاتا۔ (ن ۔ ص)

بقیہ: قرآن کیوں پڑھیں؟

تمہارے اندر کوئی ایسا ہے جو اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھانا پسند کرے گا؟" (آیت ۔ ۱۲)

۱۳۔ "لوگو' ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور پھر تمہاری قومیں اور برادریاں بنا دیں تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچانو۔ درحقیقت اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو تمہارے اندر سب سے زیادہ پرہیز گار ہے۔" (آیت ۔ ۱۳)

یہ زریں اقوال انسان سازی کے بہترین اصول ہیں اور ایک عمدہ ضابطہ حیات کے وہ نکات ہیں جن کی روشنی میں ایک صالح سماج کی تشکیل ہوتی ہے اور ہر قسم کی صلاح و فلاح کے راستے کھلتے ہیں۔ عزتِ نفس' شخصی شرافت' باہمی اعتماد و احترام اور صبر و تحمل جیسے اعلیٰ اوصاف پیدا کرنے کے لیے ان اقوال سے بہتر ہدایات ممکن نہیں ہیں۔ جو شخص قرآن پڑھے گا اور اس قسم کی بے شمار آیات پر غور کرے گا اس کے ذہن و کردار کی بہترین تعمیر متوقع ہے۔ (جاری ہے)

© rasailojaraid.com